

تحقیق و تنقید

علم درایت اور موضوع روایات

ڈاکٹر محمد سلیم

کسی بھی حدیث کی کیفیت جاننے کے لیے علم روایت اور علم درایت دونوں ہی ضروری ہوتے ہیں۔ علم روایت سے مراد وہ علوم ہیں جن کے ذریعہ رجال حدیث کی تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے اور علم درایت سے مراد وہ علم ہے جس کی بنیاد پر متن حدیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ اسلاف نے حدیث کی کیفیت جاننے کے لیے دونوں طرح کے علوم ایجاد کیے۔ یہ دونوں ہی علوم اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتے ہیں یعنی اگر کسی بات کی حقیقت اور صداقت کو پرکھنے کے لیے یہ معلوم کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا بیان کرنے والا کون اور کیسا ہے اس کی دینی اور اخلاقی حالت کیا ہے۔ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ اسی طرح یہ جاننا بھی بے حد ضروری ہے کہ جو بات کہی جا رہی ہے اس میں صداقت کا امکان کسی حد تک ہے۔ حالات کے پیش نظر کیا ایسا ممکن بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ حدیث کی کیفیت جاننے کے لیے علم راوی اور مروی دونوں ہی ضروری ہیں۔ ان دونوں میں سے اگر کسی ایک کو بھی نظر انداز کیا جائے تو حدیث کی حقیقت و اہمیت تک رسائی مشکل ہوگی۔

علم درایت جس کا موضوع متن حدیث ہے رجال کی تحقیق کی بہ نسبت زیادہ کٹھن اور مشکل کام ہے نقد متن کے لئے اصول درایت سے زیادہ فنی ذوق کی ضرورت ہوتی ہے جو حدیث رسول سے بہت زیادہ ممارست کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے جس طرح ایک جوہری جوہر پرکھنے کے راز کو مدتوں اس میں وقت لگانے کے بعد حاصل کرتا ہے اور پھر اس کی بنیاد پر کسی پتھر کو مہیرایا خنزف ریزہ قرار دینے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن دقیق العید اس فن کی بابت فرماتے ہیں: ”حصلت لہم لکثرة محاولة الفاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم هيئة لفسانیت وملكة قوية یعرفون بہا ما یجوز ان یکون من الفاظ النبوة وما لا یجوز“ (الفاظ حدیث سے بکثرت ممارست کے نتیجے میں ایک روحانی برہیت اور قومی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس سے معرفت ہوتی ہے کہ

الفاظ نبوی کیا ہو سکتے ہیں اور کیا نہیں)

یا اس فن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی برسوں خدمت کرے اور اس کی پسند و ناپسند سے اس طرح واقف ہو جائے کہ کوئی شخص اگر اس کے خلاف رائے دیتا ہو تو وہ اپنے تجربہ کی روشنی میں اس کی تردید کرے۔ اسی طرح حدیث کی معرفت کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ رسول کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے اچھی طرح واقفیت ہو اور آپ کی ہر پسند و ناپسند کا پورا علم ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ حافظ ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کسی حدیث کی صحت کا پتہ بغیر اس کی سند دیکھ لگایا جاسکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ”یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جسے سنن صحیح کی معرفت میں سیرابی حاصل ہو اور وہ اس کے خون و گوشت میں ریح بس گئی ہو اور سنن و آثار اور رسول اللہ کی سیرت پہنچتے ہیں، حضور جس چیز کا حکم دیتے تھے اور جس سے منع فرماتے تھے، جس بات کی خبر دیتے تھے، جس کی طرف دعوت دیتے تھے جس چیز کو پسند فرماتے تھے اور جس چیز کو برا سمجھتے تھے اور جس چیز کو امت کے لیے مشروع قرار دیتے تھے۔ ان سب چیزوں کو جاننے میں اسے ملکہ اور حد درجہ اختصاص حاصل ہو گیا ہو۔ گویا وہ آپ کے اصحاب میں سے ایک فرد ہو اور رسولؐ اس کے سامنے ہوں۔“

علم درایت کی بنیاد قرآن میں بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسقٌ بنبأ فتنبؤا“ (اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق کسی بات کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو) اسی طرح حدیث رسولؐ میں بھی ہے ”کفی بلاء لمع کذبا ان یصدت بکل ما سمع“ (آدمی کے بھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی چیز کو، بغیر سوچے سمجھے، بیان کر دے)

اگرچہ یہ علم بحیثیت فن بعد میں وجود میں آیا لیکن اس کی ابتداء دور صحابہ ہی میں ہو چکی تھی، صحابہ جب کسی ایسی حدیث کو سنتے جو قرآنی تعلیمات یا سنت نبویؐ سے مطابقت نہ رکھتی تو اس پر بلا جھجک تنقید کرتے اس کا راوی خواہ کوئی بھی ہوتا مثلاً حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ نوحؑ کرنے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے تو انھوں نے فرمایا: ”حسبکم القرآن ولا تنزعوا منہ وذر اخری“ (تمہارے لئے قرآن کافی ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔)

اسی طرح حضرت عائشہؓ بھی کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی کہ جو شخص جنابت

علم درایت

کی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے، توسیدۃ نے فرمایا: ”اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَانَ یَدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَہُوَ جَنْبٌ مِّنْ اَہْلَہٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَلِیُصَوِّمَ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں صبح کو بیدار ہوتے تو غسل فرماتے اور روزہ بھی رکھتے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالیوب انصاری نے محمود بن ربیع کو کہتے سنا ”فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مِنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ“ (جس نے محض اللہ کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو اللہ اس پر نار جہنم حرام کر دے گا) تو فرمایا ”وَاللّٰہُ مَا اظْنِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا قُلْتُ قَطُّ“ (خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ نے یہ کبھی نہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا۔

دور صحابہ میں اس طرح کی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نقد حدیث کا رواج تھا۔ لیکن اصل ضرورت اس کی اس وقت پیش آئی جب خلافت راشدہ کے اواخر میں خانہ جنگی کے نتیجے میں سیاسی اغراض کے لیے جھوٹی حدیثیں بنائی جانے لگیں۔ ان حالات میں ایک طرف تو محدثین نے رجال کی تحقیق و تفتیش شروع کی دوسری طرف فقہاء حدیث کے متن کی جانچ و پرکھ کرنے لگے محدثین نے راویوں کی جانچ و پڑتال کے لیے مختلف علوم فنون جیسے علم الاسناد، علم تاریخ الرواة، علم جرح و تعدیل اور علم مصطلح الحدیث ایجاد کیے تو دوسری طرف فقہاء نے نقد متن کے لیے اصول درایت وضع کیے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ سے مندرجہ ذیل اصول درایت منقول ہیں۔

(۱) حدیث کا متن مشہور و رسنت کے خلاف نہ ہو خواہ وہ سنت قوی ہو یا فعلی۔

(۲) حدیث کا متن صحابہ اور تابعین کے درمیان نہ ٹکراتا ہو خواہ ان کا وطن ایک ہی شہر میں ہو یا الگ الگ شہروں میں۔

(۳) حدیث کا متن عموماً یا تو اہر کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو، اس لیے کہ کتاب قطعی الثبوت ہے اور اس کے ظواہر و عموماً قطعی الدلائل ہیں اور قطعی بہر حال قطعی پر مقدم ہوتا ہے۔ لیکن اگر حدیث عموماً قرآن اور ظواہر قرآن کی مخالفت کے بجائے اس کے مجمل کا بیان ہو تو اسے اس وقت تک قبول کیا جائے گا جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ قائم ہو جائے۔

(۴) حدیث کا متن اگر قیاس جلی کے خلاف ہو تو اس کا راوی فقیہ ہونا ضروری ہے اس لیے

کہ اگر راوی فقہہ نہیں تو اس بات کا امکان باقی رہتا ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی بیان کی ہو اور اس میں اس سے خطا واقع ہو گئی ہو۔

(۵) حدیث کا متن اگر بطولی (مضببیت اور زوالش) جیسے حدود و کفارات کو بیان کرتا ہو چوتھیا کے ذریعہ ختم ہو جایا کرتی ہیں اور عام طور پر اس کے سننے اور جاننے والے ہمیشہ ایک سے زائد ہوتے ہیں تو ایسی حدیث کا مشہور ہونا ضروری ہے یا اسے امت نے قبول کیا ہو۔

(۶) حدیث کے متن میں سلف میں کسی نے طعن نہ کیا ہو۔

(۷) راوی کا عمل روایت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث کہ ”کتا“ اگر کسی برتن میں منھ ڈال دے تو اس کا سات مرتبہ دھونا ضروری ہے“ حضرت ابوہریرہؓ کا عمل اس حدیث کے خلاف تھا۔

(۸) حدیث کے متن یا سند میں کسی زیادتی کی صورت میں راوی کا بیان ثقاہ سے علاحدہ نہ ہو اگر ایسا ہے تو ثقہ راویوں کی روایت کو قبول کیا جائے گا اور منفر در راوی کے اضافہ کو رد کر دیا جائے گا۔

فقہاء میں امام مالک ثقہ متن کے لیے جمہور اہل مدینہ کے عمل کو نیا دینا تھے چنانچہ محمد ابو زہرہ نے نقل کیا ”فاشترط الامام مالک فی قبول خبر الواحد ان يعمل علی خلافہ الجسم ووالجسم الغفیر من اهل المدینة اذان عملهم بمنزلة روايتهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ورواية جماعة عن جماعة او لی بالقبول من رواية فرد عن فرد“ (امام مالک نے قبولیت حدیث کے لیے یہ شرط رکھی کہ اس کا متن جمہور اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو اس لیے کہ اہل مدینہ کا عمل رسول اللہ سے بمنزلہ روایت کے ہے اور ایک جماعت کا دوسری جماعت سے روایت کرنا قبولیت کے اعتبار سے زیادہ اولیٰ ہے بہ نسبت ایک فرد کا دوسرے فرد سے)

دوسری صدی میں فقہاء ان اصولوں کی روشنی میں حدیثوں کی جانچ وریکھ کرتے تھے اور ہر وہ روایت جو ان اصولوں کے خلاف واقع ہوتی اسے غیر معتبر قرار دیتے خواہ اس کا راوی کوئی بھی ہوتا۔ اس کے بعد اس علم میں اور ترقی ہوئی تو اس کے مزید اصول وضع کیے گئے اور ان اصولوں پر پوری نہ اترنے والی روایت کو موضوع قرار دیا جاتا۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری میں ابن جوزی (م ۵۹۴ھ) نے اس فن میں بڑے شاندار کارنامے انجام دئے۔ انھوں

نے درایت کے نئے اصول وضع کرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں موضوع روایات کو ذخیرہ حدیث سے الگ کیا اور پھر ان روایات کو کتاب الموضوعات کے نام سے جمع کر دیا جو آج بھی محفوظ ہیں۔

ابن جوزی کے علاوہ، ابن قیم (م ۷۱۵ ھ) علامہ سخاوی (م ۹۰۲ ھ) علی القاری (م ۱۰۱۴ ھ) اور طاہر بیہقی (م ۹۸۶ ھ) اور دوسرے ائمہ نے بھی اس فن میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ذیل میں ان اصول درایت کو اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جو ان ائمہ سے منقول ہیں اور اسی کے ساتھ موضوع روایات کی بعض مثالیں بھی جنہیں ان اصولوں کے تحت موضوع قرار دیا گیا۔

(۱) حدیث کا متن عقل کے خلاف ہو جس کی کوئی تاویل نہ کی جاسکے جیسے:

رد الشمس لعلی (حضرت علی کے لیے سورج ڈوبنے کے بعد ٹوٹا دیا جانا)
حصل علی باب خبیث (حضرت علی نے خیر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا)

(۲) حدیث کا متن محسوسات اور مشاہدات کے خلاف ہو مثلاً۔ ان الارض علی صخرة والصخرة علی قرن ثور فاذا حرك الثور قرنه تحركت الصخرة فتعركت الارض وھی الزلزلة (زمین چٹان پر ہے اور چٹان بیل کی سنگ پر ہے جب بیل اپنی سنگ کو ہلاتا ہے تو چٹان ہلتی ہے جس کے نتیجے میں زمین ہلتی ہے اسی کا نام زلزلہ ہے)

الموع علی دین خلیلہ فلینظر یجن یخالل (آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے تو چاہے کہ دیکھے وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔)
(۳) حدیث کا متن قرآنی صراحت کے خلاف ہو۔ جیسے:

لا یدخل الجنة ولد الزنا (ولد زنا جنت میں نہیں داخل ہوگا)

یہ روایت قرآن کی آیت: ولا تنزوا ذرۃ ذرۃ (کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کے خلاف ہے۔

(۴) حدیث کا متن سنت نبوی کے خلاف ہو سنت خواہ قولی ہو یا فعلی۔ جیسے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء کانوا یخطبون من جلوس (نبی اور خلفاء راشدین بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے) حالانکہ آپ کا اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کا کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا معمول تھا جس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں چنانچہ جب یہ روایت حضرت سمرہ کے سامنے بیان کی گئی تو فرمایا کہ جس نے یہ حدیث بیان کی اس نے جھوٹ کہا۔

(۵) حدیث کا متن اجماع قطعی کے خلاف ہو۔ جیسے :
 تمام وہ روایات جن میں حضرت علیؑ کے لیے ”وصی“ (میرے وارث) ”خليفة من بعدی“
 (میرے بعد میرے جانشین) جیسے الفاظ آتے ہیں وہ تمام کے تمام موضوع ہیں۔
 اس لیے کہ اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی
 کی تولیت کا حکم نہیں فرمایا۔

(۶) حدیث میں ذرا سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔ جیسے :
 من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد احبط الله اعماله اربعین سنة (جس نے مسجد
 میں کوئی دنیاوی بات کہی تو خدا اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دے گا۔)
 من ترک الصلوة حتی مضی وقتہا ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون
 سنة والسنة ثلثمائة وستون یوما کل یوم کان مقداره الف سنة (جس نے ایک
 نماز ترک کی یہاں تک اس کا وقت گزر گیا پھر اس کی قضا کی تو اسے جہنم میں ایک حبس عذاب
 دیا جائے گا۔ ایک حبس اتنی سال کا ہوگا اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور ایک دن کی
 مقدار ایک ہزار برس ہوگی۔)

(۷) حدیث میں معمولی کام پر بھاری اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو۔ جیسے :
 من صام یوم عاشوراء کتب الله له عبادۃ ستین سنة (جس نے یوم عاشوراء
 کا روزہ رکھا اللہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت لکھ دے گا۔) ایسی روایات سے فرض اعمال
 کی اہمیت گھٹی ہے اس لیے انھیں موضوع قرار دیا گیا۔

(۸) حدیث کے متن میں رکاکت پائی جائے یا ایسی بات جو شان نبوت کے خلاف ہو۔ جیسے
 ثلاثۃ تردی فی البصر النظر الی الخضرة والماء جاری والوجه الحسن (تین چیزوں سے
 بصارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سبزہ، بہتا ہوا پانی اور خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنا۔)
 (۹) واضح حدیث خود اقرار کرے یا قرائن سے اس کا پتہ چل جائے۔

وضائع حدیث میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو وضع حدیث کو اجر و ثواب کا کام سمجھ کر
 کرتا تھا۔ غلام خلیل اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا جب اس سے رقائق کے موضوع پر گھڑی ہوئی
 حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ”ہم نے انھیں اس لیے وضع کیا کہ لوگوں
 کے دل نرم ہوں“

علم درایت

اسی طرح ابو عبد اللہ محمد بن اکرام السجستانی، جس کے متبعین "کرامیہ" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے مذہب میں وضع حدیث جائز تھا۔ ان لوگوں نے مندرجہ ذیل نوعیت کی احادیث وضع کیں۔

من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أعطى نوراً من حيث قرأها الى مكة وغفر له الى الجمعة الاخرى (جس نے جمعہ کی رات سورہ الکہف کی تلاوت کی اسے اس جگہ سے مکہ تک نور عطا کیا جائے گا اور آئندہ جمعہ تک کے اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے) من قرأ آية الكرسي في دبر صلاة لم ينعته من دخول الجنة الا الموت ومن قرأها حين ياخذ مضطجعه امنه الله على داره ودار جاره وديارات حوله۔ (جو شخص ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی کی تلاوت کرے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے روک نہیں سکتی۔ اور جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ اس کا اور اس کے پڑوسیوں کے گھر اور ان کے ارد گرد کے گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔)

(۱۰) حدیث کا مضمون قواعد طب کے متفقہ اصولوں کے خلاف ہو۔ جیسے :

يا حُمَيَّرُ لَا تَغْسِلِي بِمَاءِ الشَّمْسِ فَاِنَّهُ يُلَوِّثُ الْبِرَّ (اے حمیراء! عائشہؓ) سورج کے گرم پانی سے غسل نہ کرو اس سے برص پیدا ہوتا ہے)

(۱۱) شہوت و فساد کی طرف رغبت دلاتی ہو۔ مثلاً

شهوة النساء تضاعف شهوة الرجال (عورت کی جنسی شہوت مرد کی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے۔

اذا جامع احدكم زوجته فلا ينظر الى فرجها (جب تم میں کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔

(۱۲) حدیث عصر نبوی کے معروف تاریخی واقعات اور حقائق کے خلاف ہو۔ مثلاً :

وضع الجزية عن اهل خيبر (اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا۔) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں نازل ہوا تھا اور نہ عرب اسے جانتے تھے۔ جزیہ کا حکم غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوا۔

دخلت الحمام فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا وعليه مشرب (میں حمام میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ پر ایک تہیند ہے۔) عرب

عہد نبویؐ تک لفظ ”حام“ سے واقف نہ تھے حام کا رواج عباسی خلافت کے زمانہ میں ہوا جب سے یہ لفظ عرب کے استعمال میں آیا۔^{۳۳}

(۱۳) ایسی روایات جو فاقہ کشی اور رہبانیت کی ترغیب دلاتی ہوں جیسے :

حب الدنيا رأس كل خطيئة^{۳۴} (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے)

رجعنا من الجهاد الا صغرى الجهاد الاكبر قالوا وما الجهاد الاكبر قال جهاد القلب^{۳۵} (آپؐ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف جا رہے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ جہاد اکبر کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ نفس کے خلاف جنگ (جہاد القلب) اس طرح کی روایات زہاد و صوفیاء نے وضع کیں جو خود گوشہ نشین تھے اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتے تھے۔

(۱۴) حدیث کے متن میں کوئی ایسی بات مذکور ہو جس کے سننے اور جاننے والے بلا کسی عذر کے کثرت سے ہو سکتے تھے مگر سوائے ایک راوی کے اسے کوئی دوسرا راوی بیان نہیں کرتا: جیسے :

انه اخذ بيد علي بن ابي طالب رضي الله عنه بمحض من الصحابة كلمهم وهم راجعون من حجة الوداع فقامه بينهم حتى عرفه الجميع ثم قال هَذَا وصي واخي والخليفة من بعدى فاسمعوا له واطيعوا^{۳۶} (حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر خم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا وارث ہے اور میرا بھائی بھی اور میرے بعد خلیفہ، تو تم لوگ اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔)

(۱۵) حدیث کا متن حکمت و اخلاق کے عام قدروں کے منافی ہو۔ مثلاً :

ثلاث لا يركن اليها الدنيا والسلطان والمرأة^{۳۷} (تین چیزوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا، سلطان اور عورت)

ایاکم وخضراء الدمش^{۳۸} (گھورے پرچی ہوئی سبزی سے بچو) یعنی ایسی عورت سے پرہیز کرو جو ظاہری طور پر دیکھنے میں حسین اور خوبصورت ہو مگر اس کا باطن خراب ہو۔
ایسے ابواب جن میں ایک روایت بھی صحیح نہیں

محدثین نے اصول درایت کے تحت مذکورہ بالا انواع کی روایات کو موضوع قرار

علمِ درایت

دینے کے علاوہ بہت سے ایسے ابواب کا بھی پتہ لگایا جن میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے: (۱) یوم عاشور کے موقع پر بعض اعمال کی فضیلت یا ممانعت: جیسے سرمہ لگانا، زینت اختیار کرنا اور اہل و عیال پر اس دن خوب خرچ کرنا۔ یا اس کے مقہ بل میں اس دن سوگ منانا۔ ان دونوں طرح کی روایات کو بدعتی فرقوں نے وضع کیا۔^{۱۳۵}

(۲) ایسی روایات جن میں احمد یا محمد نام رکھنے کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا: جیسے:

أَلَيْتَ عَلَى نَفْسِي أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مِنْ أَسْمِهِ أَحْمَدٌ وَلَا مُحَمَّدٌ (میں قسم کھاتا ہوں کہ ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کا نام احمد یا محمد ہوگا۔) اس طرح کی روایات اس لیے موضوع قرار دی گئیں کہ یہ بات دین کے ذریعہ ثابت ہے کہ کوئی شخص نام یا لقب کے ذریعہ دوزخ سے نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ نجات صرف اعمال صالحہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

(۳) حیاۃ خضرؑ سے منقول احادیث جن میں انھیں زندہ و جاوید ہستی تصور کیا گیا ہے۔ وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ امام بخاری، ابن تیمیہ، ابن جوزی اور دیگر ائمہ نے حیاۃ خضر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے تو یہاں تک کہا کہ حیاۃ خضر کا تصور قرآن، سنت، اجماع اور عقل کے خلاف ہے۔^{۱۳۶}

(۴) مختلف پیشوں کی تحقیر اور مذمت: اس طرح کی روایات اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (تم میں سے سب سے مکرم اللہ کے نزدیک وہ بندہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو) اس لیے اس باب میں ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ اس طرح کی موضوع روایات کی مثال یہ روایت ہے: "بِخُلَّةِ رَاسِیْ الْخَنِيْطِیْنِ" (میری امت کے بخیل درزی ہیں۔)

(۵) کسی علاقہ، ملک، قوم، خاندان یا طبقہ کی تحقیر یا مذمت: اس طرح کی روایات ذاتی عناد اور تعصب کی بنیاد پر وجود میں آئی۔ ان میں حبشہ، سوڈان اور ترکوں کی مذمت کرنے والی تمام احادیث شامل ہیں۔ جیسے یہ روایت: شَرَّ الرِّقَابِ النَّزْبَجِیُّ اِذَا شَبِعُوا زَنَادًا جَاعًا سَرَقًا (سب سے برے غلام حبشی ہیں شکم سیر ہوتے ہیں تو زنا کرتے ہیں اور بھوکے ہوتے ہیں تو چوری کرتے ہیں)

(۶) ابدال، اقطاب، اغواش، نقہار، بخارا اور قتاد کے سلسلہ کی تمام روایات موضوع ہیں جیسے:

الابدال أربعون رجلاً وأربعون امرأة، كلما مات رجل بدل الله مكانه رجلاً وكلما مات امرأة بدل الله مكانها امرأة (چالیس مرد اور چالیس عورتیں ابدال ہیں ان میں جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے کو پیدا فرماتا ہے) (۷) فرقہ صوفیہ: اس عنوان کے تحت تمام روایات موضوع ہیں۔

(۸) اویس قرنی: اویس قرنی (تابعی) سے متعلق تمام روایات موضوع ہیں۔ امام مالک بن انس نے فرمایا کہ اس نام کا کوئی بھی آدمی نہیں ہے۔

نسخ موضوعہ

ان کے علاوہ بعض بہت مشہور نسخے بالکل جعلی ہیں ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ جیسے:

(۱) الأربعون الودعائیہ۔ اس نسخہ کو وضع کرنے والا زید بن رفاعہ ہے اور زید

بن رفاعہ سے ابن ودعان نے چوری کیا۔

(۲) رسائل اخوان الصفا۔ اس نسخہ کو بھی وضع کرنے والا زید بن رفاعہ ہے۔

(۳) وصایا علی۔ اس نسخہ کو حماد بن عمرو النصبی نے وضع کیا۔

ائمہ حدیث نے علم درایت کے ذریعہ ہزاروں کی تعداد میں موضوع روایات کو ذخیرہ سے الگ کیا ان میں بہت سی ایسی روایات شامل ہیں جن کی سندیں صحیح معلوم ہوتی ہیں اور وہ حدیث کی مستند کتابوں میں مندرج ہیں مثال کے طور پر مندرجہ ذیل روایات:

(۱) اللہ نے زمین کو سپر کے دن، اس میں پہاڑوں کو توار کے دن، درختوں کو پیر کے

دن اس کی ناپسندیدہ چیزیں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو مخلوق میں سب سے آخر میں جمعہ کے دن آخری ساعات یعنی عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔

اس روایت کو محدثین نے اس لیے موضوع قرار دیا یہ قرآنی صراحت کے خلاف

ہے۔ قرآن میں ہے: خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستة ایام (اللہ نے

زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ روز میں پیدا کیا)۔ لیکن مذکورہ بالا

روایت کی رو سے پیدائش کی مدت سات روز بیان کی گئی۔ دوسرے یہ کہ اس روایت میں

آسمان کی پیدائش کا ذکر ہی نہیں صرف زمین اور اس کی اشیاء کو سات دن میں پیدا کرنے

علم درایت

کا ذکر ہے جبکہ قرآن میں زمین اور اس کی چیزوں کو چار دن میں پیدا کیے جانے کا ذکر ہے۔^{۳۵}
 (۲) ”اسلام غربت سے شروع ہوا پھر اسی حالت میں لوٹ جائے گا جیسا شروع ہوا
 تھا اور مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں بٹھ جاتا ہے۔“^{۳۶}
 (۳) ”یہود و نصاریٰ“ بہتر فرقے ہوئے اور مسلمان بہتر فرقے ہو جائیں گے۔^{۳۷}

یہ اور اس قسم کی دیگر روایات جن میں اسلام کے زوال اور یا مال ہونے کی آرزویں
 یا مسلمانوں کے ہلاک ہونے کی تمنائیں شامل ہوں قرآنی آیات ”هو الذی ارسل رسولہ
 بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ (اسی نے رسول کو ہدایت اور دین حق
 کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے) یریدون لیطفقوا نور اللہ بافلہم
 و اللہ متم نورہ و لو کبر الکافرون“ (کافروں کو چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ
 سے بجھا دیں مگر اللہ اسے ضرور پورا کرے گا خواہ کافروں کو یہ بات ناگوار گذرے) کے خلاف
 ہیں۔ ایسی روایات یہود و نصاریٰ وضع کرتے تھے جو اسلام کو پھلتا اور پھولتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔
 اگرچہ ان روایات کے راوی نہایت ثقہ ہیں مگر چونکہ ان کا متن قرآنی صراحت کے
 خلاف واقع ہے اس لیے انھیں موضوعات کی فہرست میں شمار کیا گیا۔ ایسی روایات میں
 بخاری و مسلم کی ایک ایک، سنن ابوداؤد کی نو، ترمذی کی تیس، نسائی کی دس ابن ماجہ کی تیس
 اور سند احمد بن حنبل کی اڑتیس روایات شامل ہیں جنہیں امام ابن جوزی نے موضوع قرار دیا۔
 ابن جوزی کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی ان کتب کی مرویات کو نقد و تحقیق کا موضوع بنایا اور
 بہت سی موضوع روایات کی نشاندہی کی۔

ائمہ حدیث نے علم درایت کی ایجاد کر کے نقد متن میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔
 وہ موضوع روایات جو علم روایت کے ذریعہ ذخیرہ احادیث سے خارج نہ ہو سکیں ان کی نشاندہی
 اس علم کی بنیاد پر کی گئی۔

اگرچہ ذخیرہ حدیث سے بڑی تعداد میں موضوع روایات کو خارج کر دیا گیا تاہم اس
 علم کی ضرورت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ذخیرہ میں اب بھی بہت سی ادویات موجود ہیں جن کا متن
 تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایسی روایات زیادہ تر فضائل، ترغیب و ترہیب اور مواظ
 و قصص کے ابواب میں پائی جاتی ہیں جن کے متن پر اسی طرح کی نقد و تحقیق کی ضرورت ہے۔

حواشي وحواله جات

- ١- شمس الدين محمد السخاوي، فتح المغيث، شرح الفقه الحديث / ١١٣، انوار محمدية ١٣٢٣هـ
- ٢- شمس الدين ابن قيم، المنار المنيف في الصحيح والضعيف / ٢٣- ٢٤، بيروت ١٤٠٤هـ
- ٣- الحجرات / ٦
- ٤- مسلم، مقدمه
- ٥- مشكوة، باب البكاء على الميت
- ٦- مسلم، كتاب الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع في نهار رمضان.
- ٧- بخاري، باب صلوة النوافل جماعة
- ٨- محمد الزهر، الحديث والمحدثون / ٢٨١- ٢٨٢، مصر ١٣٤٨هـ
- ٩- ايضا
- ١٠- علي القاري، موضوعات كبير / ٢٢٥، قرآن محل كراچی.
- ١١- شمس الدين ابن قيم، المنار والمنيف في الصحيح والضعيف / ٤٨، بيروت ١٩٤٠هـ
- ١٢- جلال الدين سيوطي، اللالی الموضوع / ٢٢٣، مطبع علوی (دہلی) ١٣٢٦هـ
- ١٣- الانعام / ١٦٢
- ١٤- ايضا ٣٠٨
- ١٥- الحديث والمحدثون / ٣١٠
- ١٦- اللالی الموضوع / ٢١٩، ١٩٤٠
- ١٧- محمد طاهر الفتحي، تذكرة الموضوعات / ٣٦، مصر ١٣٣٣هـ
- ١٨- محمد تقي اميني، حديث كادرايتي معيار / ٢٠٣، دار المصنفين دہلي ١٩٨٠هـ
- ١٩- موضوعات كبير / ٢٨٥
- ٢٠- ايضا ٥٠٦
- ٢١- اللالی المصنوع / ٥٩٤
- ٢٢- ابن صلاح، مقدم / ٢١٢، مطبع دار الكتب ١٩٤٤هـ
- ٢٣- تذكرة الموضوعات ٤٥
- ٢٤- المنار المنيف / ٦٠
- ٢٥- شمس الدين محمد السخاوي، المقاصد الحسنة / ٢٥٥، بغداد ١٩٥٦هـ
- ٢٦- اللالی المصنوع / ٢٠٨
- ٢٧- ايضا
- ٢٨- ذوالرصف طق سبهي، السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي / ١١٤، قاهرہ ١٩٦٦هـ
- ٢٩- موضوعات كبير / ٢٩٠

- ۳۲ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی ۲۸۴/۱، لاہور، پاکستان۔
- ۳۵ موضوعات کبیر/ ۲۲۲ ۳۶ النار المنیف / ۵۷
- ۳۷ موضوعات کبیر/ ۱۸۲ ۳۸ ایضاً ص ۱۵۳
- ۳۹ موضوعات کبیر/ ۵۶۱، النار المنیف / ۱۱۱
- ۴۰ ایضاً / ۵۰۵ ۴۱ ایضاً / ۹۱
- ۴۲ النار المنیف / ۶۷۔ ابن قیم نے فرمایا: الاحادیث التي فيها الخضر وحياته كلها كذب ولا يصح في حياته حديث واحد۔ اگرچہ مسئلہ متاخرین کے یہاں باعث نزاع رہا ہے مگر اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حیاة خضر کا تصور غلط ہے۔
- ۴۳ الحجرات / ۱۳ ۴۴ المقاصد الحسنہ / ۱۲۳
- ۴۵ الاالی المصنوعہ / ۲۴۱، النار المنیف / ۱۰۱
- ۴۶ النار المنیف / ۱۳۶ ۴۷ موضوعات کبیر ص ۲۰۳
- ۴۸ Goldziher, Muslim Studies, 2/140 London 1971
- ۴۹ محمد بن علی الشوکانی، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ۴۳۷، بیروت ۱۹۸۶ء، علامہ شوکانی فرماتے ہیں لا یصح منها حدیث مرفوع علی هذا النسق فی هذه الاسانید۔ ۵۰ ایضاً
- ۵۱ تدریب الراوی ۲۹۰/۱، موضوعات کبیر/ ۴۷۵۔ اس میں صرف ایک پہلی حدیث صحیح ہے، تذکرۃ الموضوعات/ ۸۔
- ۵۲ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء خلق۔ اس روایت کے متعلق ابن قیم نے فرمایا کہ یہ کوب الاجبار کا قول ہے حدیث نہیں۔ النار المنیف / ۸۵
- ۵۳ صحیح / ۳۸
- ۵۴ حَلَمَ السجدة / ۹-۱۱
- ۵۵ ترمذی، کتاب الایمان، باب ان الاسلام بداء غریبا۔
- ۵۶ ایضاً ۰ باب افتراق هذه الامّة
- ۵۷ الصف / ۹
- ۵۸ ایضاً / ۸